ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE: 2789-8784

ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com

ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.6,Issue No.3 (2024)
(July to September)

پروفیسر شوکت مغل کی سرائیکی لسانی خدمات: ایک جائزہ

Prof. Shaukat Mughal's Saraiki Linguistic Services: A Review

ظفر اقبال

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ سرائیکی، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور، بہاول پور

ڈاکٹر محمد ممتاز خان

ایسوسی ایٹ پروفیسر / چیئرمین، شعبہ سرائیکی، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور، بہاول پور

Zafar Iqbal

Doctoral Candidate, Department of Saraiki, The Islamia University of Bahawalpur.

zafarcpeicmultan@gmail.com

Dr. Muhammad Mumtaz Khan

Associate Professor / Chairman, Department Of Saraiki ,The Islamia University of Bahawalpur.

Abstract:

Professor Shaukat Mughal is one of those writers whose creative consciousness is an important addition to the capital of Urdu and Saraiki literature. Shaukat Mughal was a great intellectual and educationist of Saraiki Wasib who became famous as a linguist. It is difficult to get a complete knowledge of his personality because he was the owner of a multifaceted personality. Shaukat Mughal devoted his entire life to the service of knowledge and literature.In order to live in society, a person starts to speak and learn. We can say that it is a tool through which a person consciously presents his intention with his idea in a clear manner as if language is an important means of conveying ideas to others. Language is known as"Lasaan" in Arabic. Linguistics means language, while linguistics refers to the knowledge of language, and in English it is called language. Linguistics is the study of languages, their words, their sounds, and the study of these sounds and words according to rules and principles. When we study Saraiki linguistics, we realize that this language has an important existence in terms of linguistic research. We can call Saraiki the ancient language of the Indus Valley. The Saraiki language has its own separate existence and specific script and specific words are characteristic of it

Keywords: Linguistics, Language, Literature, Intellectual, Speak, Learn, Society, context, specific script

شوکت مغل سرائیکی وسیب کے ایک عمدہ دانشور اور ماہر تعلیم تھے جو ماہر لسانیات کے طور پر مشہور ہوئے۔ پروفیسر شوکت مغل کا شمار ان قلم کاروں میں ہوتا ہے جن کا تخلیقی شعور اردو اور بالخصوص سرائیکی ادب کے سرمایہ میں ایک اہم اضافہ ہے۔ ان کی ذات سے مکمل واقفیت حاصل کرنا ایک مشکل امر ہے کیونکہ وہ ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی شخصیت میں ایک جہان

آباد تھا ان کا ہر روپ نہایت دلچسپ اور حیرت انگیز ہے۔ شوکت مغل کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنھیں اپنی قوم، ملک اور پھر وہاں پر پائی جانے والی تمام زبانوں سے بے تحاشا محبت ہوتی ہے۔ ادیب دو دنیاؤں کا مسافر ہوتا ہے ایک وہ دنیا جو اس کے تخیل میں پائی جاتی ہے اور ایک وہ دنیا جو اس کے ارد گرد آباد ہوتی ہے۔ وہ ہر دو حوالے سے ان دنیاؤں سے استفادہ کرتا ہے، شوکت مغل کی ذاتی زندگی یا ادبی زندگی کا جب مطالعہ کیا جاتا ہے تو احساس ہوتا ہے کہ انہوں نے صرف کسی خاص قوم یا زبان سے محبت نہیں کی بلکہ ان کا چھوڑا گیا سرمایہ زبان و ادب سے لگاؤ رکھنے والے تمام لوگوں کے لیے تحقیق کے نئے زاویے کھولتا ہے۔ سرائیکی زبان و ادب کی خدمت میں شوکت مغل نے اپنی کوششوں کو بھی شامل کیا۔ اس مقالہ میں ان کی تصانیف ''سرائیکی اکھان (جلد اول، جلد دوم، جلد سوم)''، ''سرائیکی نامہ''، ''سرائیکی دیاں خاص آوازاں''، ''اردو میں سرائیکی زبان کے انمٹ نقوش''، ''اصطلاحات پیشہ وران'' اور ''شوکت اللغات'' کا مطالعہ کی جائے گا اور سرائیکی لسانیات کے تناظر میں یہ سمجھنے کی بھی کوشش کی جائے گی کہ سرائیکی بطور زبان ادب میں کس حوالے سے مستعمل ہے؟ نیز اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھا جائے گا کہ مختلف زبانوں میں آوازوں کا نظام کس طرح سے کام کرتا ہے؟ مختلف زبانوں کے الفاظ میں تبدیلی کس طرح سے پیدا ہوتی ہے؟ مختلف زبانوں میں تبدیلیوں کی بنیادی وجہ کیا ہوتی ہے؟ انہیں سوالات کی مدد سے ہم شوکت مغل کی سرائیکی لسانی خدمات کو اجاگر کر سکتے ہیں۔ ان تمام تصانیف اور شوکت مغل کی سرائیکی لسانی خدمات کا جائزہ لینے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لسانیات کے بنیادی معانی و مفہوم سے واقفیت حاصل کی جائے۔

انسانی شخصیت میں زبان ایک ایسا جز ہوتی ہے جو انسانی زندگی میں ایک اہم حیثیت رکھتی ہے۔ انسان نے جب سے اس دنیا میں قدم رکھا ہے وہ غور و فکر میں مصروف ہے گو کہ اسے دنیا کی رنگینیوں اور چکا چوند نے اپنے اندر جذب کیا ہوا ہے لیکن پھر بھی وہ کائنات کے تمام معاملات پر غور و فکر میں مصروف ہے اس کے ساتھ ساتھ ایک دوسری دنیا ہے جو اس کے اندر بستی ہے اور اسکے اندر پھیلی ہوئی دنیا بھی اسکی توجہ کا ایک اہم مرکز ہے کیونکہ اسے یہ دونوں دنیائیں ایک پر اسرار چیز محسوس ہوتی ہیں ان تمام پر اسرار چیزوں میں ''زبان'' اپنا ایک خاص وجود رکھتی ہے۔ بنیادی طور پر زبان اللہ پاک کی طرف سے دی گئی ایسی نعمت ہے جس کے استعمال سے انسان اپنی بات، سوچ، جذبات و احساسات دوسروں تک پہنچا سکتا ہے۔ دنیا میں ان گنت زبانیں بولی جاتی ہیں بہت سو تو ایسی ہیں جن کا ہمیں علم بھی نہیں ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کئی زبانیں ختم ہو چکی ہیں لیکن پھر بھی جب تک انسان اس دنیا میں موجود ہیں تب تک زبان کسی نا کسی شکل اور روپ میں موجود رہے گی کیونکہ یہ بنیادی طور پر انسانوں ہی کی تخلیق ہے۔ خلیل صدیقی اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

> ''انسان کا سب سے زیادہ قابل تعریف کارنامہ ''زبان'' ہی ہے۔ زبان زندگی کے لیے ناگزیر تو نہیں لیکن انسان کی اس سے وابستگی کچھ اتنی زیادہ ہو چکی ہے اور وہ انفرادی اور سماجی زندگی کی ایسی ضرورت بن چکی ہے کہ اس کے بغیر انسان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے دوسری مخلوقات سے ممتاز کرنے کیلئے انسان کو حیوان ناطق بھی کہا جاتا ہے۔ سماجی رشتے زبان کے ذریعے مستحکم ہوتے ہیں۔ ذہنی و تہذیبی اور اخلاقی و روحانی ورثے اسی کے مرہون منت ہیں۔ تمام علوم اسی کے سہارے موجود ہوتے ہیں۔ تعلیم و تربیت کا ذریعہ بھی وہی بنتی ہے۔ فکری جولاں گاہوں کو اسی کی مدد سے طے کیا جاتا ہے''(۱)

ماہر لسانیات زبان کو تاریخی اور نسلی اعتبار سے تقسیم کر سکتے ہیں۔ اسی طرح دنیا کی آٹھ بڑی زبانوں کے مندرجہ ذیل بڑے خاندان ہیں جن میں سامی، ہند چینی، دراوڑی، مونڑا، افریقہ بانتو، امریکی، ملایا اور ہندیورپی وغیرہ شامل ہیں۔ سماج میں زندگی گزارنے کے لیے انسان زبان بولنا اور سیکھنا شروع کرتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک ایسا آلہ ہے جس کے ذریعے انسان شعوری طور پر اپنے ارادے کے ساتھ اپنے خیال کو بھی واضح انداز میں پیش کرتا ہے گویا زبان خیالات کو دوسروں تک پہنچانے میں کا ایک اہم وسیلہ ہے ۔اس حوالے سے ڈاکٹر اشرف کمال لکھتے ہیں:

> ”زبان دراصل تاریخی رویہ رکھتی ہے۔ تاریخ کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہے اور نشوونما کرتی ہے۔ بہت سی ہند آریائی زبانیں گریرسن کے بقول رگ وید اور سنسکرت سے نہیں نکلیں مگر پھر بھی ان کا تاریخی جائزہ لینے کے لیے ہمیں ویدک اور سنکسرت زبانوں کا جائزہ لینا پڑے گا۔ زبانوں کا یہ جائزہ زیادہ برصغیر کی قوموں کی تاریخ پر کیا جاتا ہے۔ جس میں سچائی سے زیادہ ابہام موجود ہے“(۲)

زبان کو عربی میں ”لسان“ کہا جاتا ہے۔ لسان کے معنی زبان“ کے ہیں جبکہ لسانیات سے مراد ”زبان کا علم“ ہے، اور انگریزی میں اسے لینگویج کہتے ہیں۔ دراصل یہ ایک ایسا نظام ہے جس میں ملفوظ آوازوں کی مدد سے انسان اپنے خیالات کی بہترین طریقے سے ترسیل کر سکتا ہے۔ اصطلاح میں لسانیات علم کی وہ قسم ہے جو زبان کی بنیاد، ہئیت اور اصلیت کا مطالعہ کرتی ہے۔ لسانیات میں زبانیں، ان کے الفاظ، ان کی آوازیں، ان آوازوں اور الفاظ کا مطالعہ ہم قاعدے اور اصول کے مطابق کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ہم کہہ سکتے ہیں کہ: ”لسانیات اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعے سے زبان کی ماہیت، تشکیل، ارتقا، زندگی اور موت سے متعلق آگاہی ہوتی ہے“(۳) لسانیات کا علم کوئی بہت پرانا نہیں ہے انیسویں صدی سے اسے باقاعدہ علم کا نام دیا جاتا رہا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ لسانیات اس علم کو کہتے ہیں جو کے ذریعے زبان کی مائیت، تشکیل اور ارتقا کے متعلق واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی نے اس بات کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

> ”لسانیات (Linguistics) اردو کا ترجمہ ہے۔ فلالوجی (Philology) کی اصطلاح بھی لسانیات کے مترادف کے طور پر استعمال ہوتی رہی ہے۔ لیکن فلالوجی نسبتا ایک وسیع تر اصطلاح ہے جس کے مفہوم میں زبان کے سائنسی مطالعہ کے علاوہ ادبیات کا سائنسی مطالعہ بھی شامل ہے“(۴)

دراصل ہم لسانیات کی مدد سے مختلف زبانوں میں باہمی اشتراک اور اختلاف معلوم کر سکتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ زبانوں اور قوموں کی جائے پیدائش کے حوالے سے بھی معلومات اکٹھی ہو سکتی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں لسانیات ہی کی مدد سے تاریخی، تہذیبی اور معاشرت کے حوالے سے بہت سے مسائل حل کیے جاتے ہیں۔ ہم لسانیات ہی کے ذریعے یہ معلوم کرتے ہیں کہ کس زبان یا قوم نے کہاں سے اور کیسے سفر کیا اور اثر پذیری کے عمل سے کس حد تک دوچار رہی ہے۔ جب ہم سرائیکی لسانیات کا مطالعہ کریں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ لسانی تحقیق کے حوالے سے یہ زبان اپنا ایک اہم وجود رکھتی ہے۔ سرائیکی کو ہم وادی سندھ کی قدیم زبان کہہ سکتے ہیں۔ اس بیان کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سرائیکی آغاز ہی سے اس خطے میں بولی جانے والی زبان ہے۔ ملتان وہ قدیم شہر ہے جسے مغل بادشاہ اکبر اعظم کے دور میں ایک صوبے کی حیثیت حاصل ہوئی۔ سرائیکی زبان کا سب سے اہم مرکز ملتان شہر ہے جس

میں بولی جانے والی زبان کو ملتانی زبان کا نام دیا گیا۔ سرائیکی زبان کا بنیادی مرکز ملتان تھا۔ اس شہر کا شمار دنیا کے قدیم شہروں میں ہوتا ہے ، تاریخ کا مطالعہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ طوفان نوح کے وقت بھی یہ شہر آباد تھا۔ ابو الفضل نے آئین اکبری میں بھی ملتانی زبان کا حوالہ دیا ہے۔ اس بات کی وضاحت ڈاکٹر سجاد حیدر پرویز ان الفاظ میں کرتے ہیں: ''ملتان سے سندھ کا علاقہ سرائیکی کہلاتا تھا جیسا کہ ''اشر الامرا'' کا مصنف کلہوڑوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ سکھر سے ملتان تک کا علاقہ 'سرائیکی' کہلاتا ہے۔ کلہوڑے اس علاقے کے رہنے والے تھے جو سندھ میں سرائیکی مشہور ہوئے اور ان کی زبان کو سرائیکی کہا گیا''(۵) سرائیکی زبان اپنا ایک الگ وجود رکھتی ہے اور مخصوص رسم الخط اور مخصوص زبان اسی کا خاصہ ہے۔ یہ زبان صدیوں کا سفر کرنے کے بعد یہاں تک پہنچی ہے۔ اور صرف یہیں تک نہیں بلکہ قیام پاکستان کے بعد بھی اس زبان کو سمجھا گیا اور بولیا گیا، یعنی کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ زبان سن ۱۹۴۷ کے بعد مزید مستحکم ہوئی، یہ وہ زبان ہے جو پاکستان کے اتحاد میں بہتر کردار ادا کر سکتی ہے۔ اس حوالے سے شوکت مغل لکھتے ہیں: ''۱۔ اسے آج تقریباً چار کروڑ افراد بولتے ہیں، ۲۔ یہ پاکستان کے سارے صوبوں میں بولی جاتی ہے۔ ۳۔ اسے بولنے والے پاکستان کے مرکز میں رہتے ہیں۔، ۴۔ ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ میں جانے والے ہر فرد کو اس کے علاقہ میں سے گزرنا پڑتا ہے، ۵۔ یہ پاکستان کی ساری زبانوں کو متاثر کر چکی ہے اور کر رہی ہے، ۶۔ پاکستان کی قومی زبان اردو کے الفاظ، افعال و مصادر اور گرائمر کے قاعدے اس سے بہت متاثر ہیں، ۶۔ پاکستان کی قومی زبان اردو کے الفاظ، افعال و مصادر اور گرائمر کے قاعدے اس سے بہت متاثر ہیں، ۷۔ اس کے علاقے کی ثقافت پاکستان کے مرکزی اور نمائندہ کلچر پر سب سے زیادہ اثر انداز ہے، ۸۔ قومی سیاست کے دھارے اسی زبان کو بولنے والے موڑتے، توڑتے اور جوڑتے ہیں۔ اس کو بولنے والے نہایت ہی محب وطن ہیں کہ انھوں نے پاکستان کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف آج تک نہیں دیکھا، ۱۰۔ یہاں کے لوگوں کی امن پسندی صوفیا کی ایک ہزار سال کی تبلیغ کا بین ثبوت ہے''(۶)

شوکت مغل کی تصنیف ''سرائیکی اکھان (جلد اول)'' جون ۱۹۹۲ میں منظر عام پر آئی اور دوسری بار اسے ۲۰۰۵ میں زیور طباعت سے آراستہ کیا گیا۔ سرائیکی اکھان کی دوسری جلد پہلی بار مارچ ۲۰۰۴ میں شائع ہوئی جبکہ اسی کتاب کی تیسری جلد مارچ ۲۰۰۹ میں منظر عام پر آئی۔ اس کتاب کی تفصیل کو ان الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے: ''سرائیکی اکھان (جلد اول) جھوک پبلشر ملتان، ۱۹۹۲''، ''سرائیکی اکھان (جلد دوئم) جھوک پبلشر ملتان، ۲۰۰۴'' اور ''سرائیکی اکھان (جلد سوم) جھوک پبلشر ملتان، ۲۰۰۹'' شامل ہیں۔ سرائیکی پاکستان کی ایک بڑی اور قدیم زبان ہے اور اسی لیے اس زبان میں ہزاروں کی تعداد میں اکھانیں بھی موجود ہیں جو سرائیکی زبان کی واضح نمائندگی کرتی ہیں۔ اکھان کا کسی بھی زبان میں استعمال دراصل اس زبان ے بولنے والوں کے لیے آسانی پیدا کرتا ہے اور بنیادی طور بولی جانے والی زبان اسی معاشرت اور سماج کا عکس ہوتی ہے۔ لسانیات کے حوالے سے یہ شوکت مغل کی اہم کتاب ہے جس کے آغاز میں ایک جامع مقدمہ تحریر کیا گیا ہے جس میں اکھاناں، پہاکے، چٹکلے، ٹوٹکے، مقولے محاورے کے بارے میں وضاحت کے ساتھ اردو سرائیکی اکھاناں کا تقابلی مطالعہ بھی کیا گیا ہے ۔ اس کتاب میں مصنف نے سرائیکی زبان کی پانچ ہزار اکھاناں کو ترجمہ اور استعمال کے حوالے سے چھاپا ہے اس جلد میں موجود اکھان انسانی عمر، تاریخ، شہری و دیسی ثقافت اور پس منظر اور عالمگیر سچائیوں کو واضح کرتا ہے۔ یہ اکھان ثقافتی، تہذیبی، معاشی، اخلاقی، سیاسی اور جغرافیائی قدروں کو واضح کرتا ہے۔ اگر زبان کا عہد بہ عہد مطالعہ کیا جائے تو وہ مطالعہ تاریخی لسانیات کا ایک اہم حصہ ہوتا ہے اسی طرح اگر کسی زبان کا کسی مخصوص عہد میں مطالعہ کیا جائے تو وہ مطالعہ توضیحی لسانیات کہلاتا ہے۔ ڈاکٹر اشرف کمال اس حوالے سے لکھتے ہیں: ''ایک زبان کا ایک مخصوص نقطہ زمان میں مطالعہ کیا جائے۔ تو اس صورت میں اس کی ساخت کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ اسے (DESCRIPTIVE) لسانیات کہتے ہیں۔ اسے توضیحی لسانیات کا نام دیا گیا

ہے"(۷) ماہرین لسانیات کے مطابق کسی بھی زبان کو ترقی دینے کے لیے محاورات، لغات، اصطلاحات، ضرب الامثال اور جامع القواعد جیسی تالیفات کو مرتب کرنا بہت ضروری ہوتا ہے مگر سرائیکی زبان میں ایسی کوئی بھی جامع تالیف موجود نہیں تھی لیکن شوکت مغل کا یہ کام تحقیقی نقطہ نظر سے ایک اہم حوالہ ہے۔ سرائیکی زبان ایک ایسی زبان کے طور پر مانی جاتی ہے جس میں ہزاروں کی تعداد میں اکھانیں موجود ہیں جنھیں خاص موقعوں کے علاوہ عوامی سطح پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ احساس زور پکڑتا گیا ہے کہ اس وسیع ذخیرے کو کہیں محفوظ رکھنے کا کوئی ذریعہ موجود نہیں ہے، اور نہ ہی اس وقت تک کوئی کتاب منظر عام پر آئی تھی دراصل سرائیکی زبان میں باقی اصناف کی طرح اس صنف پر کوئی کام نہیں کیا گیا۔ اس امر کی وضاحت شوکت مغل نے ان الفاظ میں کی ہے:

> "کسی بھی زبان کو ترقی دینے کے لیے ماہرین لسانیات نے محاورات، ضرب الامثال، لغات اصلاحات، جامع القواعد، اور جامع لغات جیسی تالیفات کو مرتب کرنا ضروری قرار دیا ہے مقام افسوس ہے کہ سرائیکی زبان میں ایسی کوئی جامع تالیف موجود نہیں ہے۔ الا ماشاءاللہ ان چند چھوٹی کتابوں کے جنہیں بطور دفع عذر گنوایا تو جاسکتا ہے لیکن سرائیکی زبان کی قدامت کے مطابق شایان شان طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا۔۔۔ میں نے جب سرائیکی زبان کے ایک طالب علم کی حیثیت سے سرائیکی کہاوتوں کا کوئی جامع مجموعہ تلاش کرنا چاہا تو یہ جان کر نہایت افسوس ہوا کہ چند سو سرائیکی کہاوتوں پر مشتمل ایک مختصر کتاب کے علاوہ کوئی ایک بھی مجموعہ دستیاب نہیں ہے"(۸)

دراصل اکھانوں کی مدد سے ہی ہم لوگوں کی زندگی کو سمجھ سکتے ہیں۔ کیونکہ جس معاشرے میں ہم زندگی بسر کرتے ہیں وہ معاشرہ بنیادی طور اپنا ایک الگ مزاج رکھتا ہے۔ اسی مزاج کو سرائیکی وسیب کے لوگوں کے حوالے سے جب دیکھا جائے تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ اکھان بنیادی طور پر عوامی لوگوں کے مزاج، عادتوں، رسم ورواج، تاریخی واقعات اور تجربات کی نشاندہی کرتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ مذہبی، سماجی، سیاسی، معاشرتی، تہذیبی، معاشی، معاشرتی اور جغرافیائی عوامل بھی کھل کر سامنے آتے ہیں۔ شوکت مغل کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے نہایت عرق ریزی سے اس صنف پر کام کیا ہے۔ اکھان کو عربی میں ضرب المثل جبکہ ہندی اور اردو میں کہاوت کہتے ہیں اور سرائیکی میں "اکھان" کہا جاتا ہے۔ پروفیسر شوکت مغل نے جن سرائیکی اکھانوں کو جمع کیا ان کے موضوعات یہ ہیں: حکمت ودانائی ونصائح، جانوروں کی صفات۔، موسمی کیفیات، معاملات زندگی اور ماحول، شہر اں بارے اکھان، قوماں تے ذاتاں بارے اکھان، مزاحیہ اکھان، تاریخی اکھان، عالمگیر سچائیاں، بجھارتاں بارے اکھان اور بولاں بارے اکھان وغیرہ شامل ہیں۔ شوکت مغل نے درج بالا مختلف النوع موضوعات پر قلم فرسائی کی ہے۔ سب سے پہلے انہوں سرائیکی کہاوتوں کو بڑی تفصیل سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے، ان کہاوتوں کو بیان کرنے کے ساتھ ان کا لفظی ترجمہ اور اردو کہاوت بھی بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

مثال کے طور پر:

سرائیکی کہاوت	لفظی ترجمہ	مفہوم / موقع استعمال / اردو کہاوت
اری کاکی ملوں ملوں، اک تے کانے چھلوں چھلوں	آری بہن ملیں، آک اور سر کنڈے چھیلیں	بیکار کام میں شریک لوگوں کے لیے بولتے ہیں۔

آبرو داصدقہ جان، جان داصدقہ مال	عزت کا صدقہ جان، جان کا صدقہ مال	عزت بچانے کے لیے جان کی قربانی دینی پڑتی ہے / آبرو کا صدقہ جان، جان کا صدقہ مال۔
آپ پاولی تے سید نوکر	خود جولاہا اور نوکر سید	اعلیٰ لوگ کم ظرفوں کے تابع / دیکھا بھالا تو پچی اور چپڑاسید ہوئے۔
آپ مریسی، مارن ناں ڈیسی	خود مارے گی، مارنے نہ دے گی	ماں کی مامتا ظاہر کرنے کے لیے بولا جاتا ہے / آپ مارے، مارنے نہ دے
آئی مزدوری تلی تے، کھا بھٹو سے گلھی تے	مزدوری ہتھیلی پر آئی، گلی میں بیٹھ کر کھائی	بچت نہ کرنے والا نقصان اٹھاتا ہے

درج بالا طویل بحث کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شوکت مغل نے اپنی کتاب سرائیکی اکھان کی تین جلدوں میں نہایت عرق ریزی سے مواد کو اکٹھا کیا ہے، تقریباً ہزار صفحات پر مشتمل یہ تین جلدیں لسانیات کا ایک اہم حوالہ ہیں۔ سرائیکی اکھان کی اہمیت سے کسی طور انکار نہیں کیا جاسکتا، اس حوالے سے شوکت مغل رقم طراز ہیں "چونکہ کہاوتوں کا مطالعہ کسی بھی زبان بولنے والوں کی عمرانی مطالعہ سے منسلک ہوتا ہے۔ سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے سرائیکی علاقے کے بسنے والے لوگوں کا مطالعہ کرنے کے لیے سرائیکی کہاوتوں کو یکجا کرنا ضروری ہے "(۹) ہر زبان اپنا الگ وجود اور الگ شناخت رکھتی ہے، سرائیکی زبان بھی اپنی شناخت کو منوانے کے ایک ایسے مرحلے میں ہے جس میں محنت درکار ہے۔ شوکت مغل نے سرائیکی اکھان کے حوالے سے جو کام کیا ہے اس کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں، انہوں نے کم وبیش پندرہ ہزار سے زیادہ اکھانوں کو اکٹھا کیا اور سرائیکی لسانیات کو ایک مضبوط حوالہ فراہم کیا ہے۔ اس امر کی وضاحت وہ ان الفاظ میں کرتے ہیں: "اردو کے وسیع ذخیرہ میں ہزاروں ایسی کہاوتیں موجود ہیں، جو سرائیکی کہاوتوں کی اردو شکل ہیں اور محض ترجمہ کہلاسکتی ہیں "(۱۰) انہوں نے یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اردو زبان میں موجود اکھانیں دراصل سرائیکی زبان کا ہی ذخیرہ ہیں۔

شوکت مغل کی تصنیف "سرائیکی نامہ" پہلی بار مارچ ۲۰۰۰ میں منظر عام پر آئی اور دوسری بار اسے مارچ ۲۰۱۴ میں شائع کیا گیا۔ اس کتاب میں مختلف موضوعات پر بات کی گئی ہے سب سے اہم "لسانیات" کا موضوع ہے، جس میں بھی مختلف النوع موضوع ملتے ہیں جیسے کہ: چند سرائیکی مصدر اور حاصل مصدر مع معانی، اسمائے صوت، اسمائے جمع، اسمائے متضاد، اسمائے کیفیت، اسمائے مکبر، اسمائے تصغیر اور اہم الفاظ وغیرہ شامل ہیں۔ مصادر کے معنی ہے صادر ہونے کی جگہیں، نکلنے کی جگہیں، نکلنے کے مقامات، ذرائع، اسباب، بنیادیں یا جڑیں جبکہ قواعد کی رو سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ: "وہ کلمے جن سے مختلف افعال اور الفاظ نکلتے ہیں اور جو کسی کام کے وقوع کو بے قید زمان ظاہر کرتے ہیں" یا یہ بھی کہہ سکتے ہیں "وہ کلمہ جس سے بلا قید زمانہ کے کام کا ہونا یا کرنا پایا جائے اور فعل اور صیغے مشتق ہوں، وہ کلمہ جو جملہ افعال کی اصل بہ اعتبار اشتقاق ہو (اردو میں اس کے آخر میں بالعموم علامت "نا" ہوتی ہے، جیسے آنا، جانا، کرنا، لکھنا، ہونا وغیرہ)"۔ لغت "فیروز اللغات" میں مصدر کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے:

> "(مصدر) [ع۔ا۔مذ] صادر ہونے کی جگہ۔ نکلنے کی جگہ۔ سرچشمہ۔ جڑ۔ بنیاد۔ "نحو میں وہ کلمہ جس سے فعل اور صیغے مشتق ہوں۔ اردو میں مصدر آخر میں نا ہوتا ہے اور اس میں کوئی زمانہ نہیں پایا جاتا"(۱۱)

جب کہ ہم حاصل مصدر کی وضاحت ان الفاظ میں کر سکتے ہیں "وہ اسم، جو فعل کی کیفیت یا اثر کو ظاہر کرے اور کسی مصدر سے نکلا ہو۔ جو لفظ کسی ایسی کیفیت کو ظاہر کرے جو کسی فعل کا اثر یا نتیجہ ہو تو اس کو حاصل مصدر کہتے ہیں"۔ دراصل حاصل مصدر بنانے کا کوئی کلیہ نہیں ہوتا۔ لغت میں اس بات کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے: "قواعد زبان کی اصطلاح میں وہ لفظ جو کسی فعل کی کیفیت، اثر یا نتیجہ ظاہر کرے۔ عموماً مصدر میں بعد حذف علامت مصدر کچھ تغیر کر کے بناتے ہیں۔ مثلاً جلنا مصدر سے حاصل مصدر جلن" (۱۲) شوکت مغل کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے "سرائیکی نامہ" میں لسانیات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے سرائیکی مصادر مع حاصل مصادر اور معانی کو تفصیل سے بیان کیا ہے جیسے کہ: "۱۔ ابھارن: (ابھار، ابھارا، ابھرائی)، ۲۔ ابالن: (ابال، ابالا) ابالنا، جوش دلانا، ابھارنا، اکسانا، ۳۔ ادھرن: (آدھر) گھوڑے کا اگلا پاؤں بند کر کے پچھلے پاؤں پر کودتے ہوئے آگے بڑھنا، ۴۔ بانولن: (بانول۔ بانولی) ایک پرندے کو شکست کھاتے دیکھ کر، دوسرے پرندے کا اعتماد بحال ہونا، ۵۔ بچھالن: (بچھاوت۔ بچھالت) ورغلانا۔ کسی جانور پر کتے چھوڑنا" شامل ہیں۔

اسم صوت کو انگریزی میں ONOMATOPOEIA کہا جاتا ہے۔ لغت میں صوت سے مراد یہ ہے کہ: "(ع۔ ا۔ مث) بانگ۔ آواز۔ صدا۔ ندا۔ جمع: اصوات" (۱۳) جبکہ اصطلاح میں اس کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی جا سکتی ہے: "وہ اسم جو کسی جاندار یا بے جان کی آواز ظاہر کرے، جیسے: قہقہہ (کھلکھلا کر ہنسنے کی آواز)، قل قل قل (صراحی میں سے پانی نکلنے کی آواز)، کائیں کائیں (کوے کی آواز) وغیرہ"۔ شوکت مغل نے اپنی تصنیف "سرائیکی نامہ" میں اسم صوت پر تفصیلی گفتگو کی ہے اور مثالوں کے ذریعے لسانیات کی اس بحث کو سمیٹا ہے اس سے پہلے ان کی طرز پر کسی بھی شخص کا کام موجود نہیں ہے یہ ان ہی کا خاصہ ہے کہ انہوں نے نہایت عرق ریزی سے اس موضوع پر کام کیا ہے۔ مثال کے طور پر درج ذیل مثالیں پیش کر کے انہوں نے اس موضوع کو سمیٹا ہے: "۱۔ آں آں آں: گونگے کے بولنے کی آواز، ۲۔ اہ اہ: مرغیوں کو بلانے کی آواز، ۳۔ بھاں بھاں: گائے کے بولنے کی آواز، ۴۔ تاہ تاہ: ہل چلاتے ہوئے بیل کو بائیں سے دائیں موڑنے کی آواز، ۵۔ چخ چخ: کتے کو بھگانے کی آواز" وغیرہ۔

جمع وہ اسم ہوتا ہے جو ایک سے زیادہ اسما یا اشخاص کو ظاہر کرے۔ لغت میں سے جمع سے مراد یہ لیا جاتا ہے کہ: "(ع۔ ا۔ مذ و مث) کل۔ تمام۔ اکٹھا۔ سب۔ سارا" (۱۴) جمع کی بنیادی طور پر چار قسمیں ہیں:۔ جمع سالم۔ جمع مکسر۔ جمع الجمع۔ اسم جمع وغیرہ۔ شوکت مغل نے نہایت محنت سے سرائیکی زبان میں اسمائے جمع پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ جیسے کہ: "۱۔ آتن: چرخ کاتنے والی لڑکیوں کا اجتماع، ۲۔ ترنڈی: بیلوں کا ریوڑ، ۳۔ ٹولی: انسانوں کا جمگھٹا، ۴۔ رال: سوروں کا ریوڑ، ۵۔ سنگت: دوستوں کا اجتماع" وغیرہ۔

اسمائے متضاد سے مراد ہے کہ ایسے الفاظ جو مناسب وضع میں ہوں لیکن ایک دوسرے کے مخالف، برعکس یا یکسر مختلف ہوں۔ یعنی کہ متضاد ایک لفظ جو مفہوم کے لحاظ سے دوسرے کی ضد ہو۔ "سرائیکی نامہ" میں اسی بات کی وضاحت کی گئی ہے:

اشناک	(صاف ستھرا)	خرست
بھاگ	(خوش بختی)	نبھاگ
بھولا	(سادہ)	چلاک
خفتی	(خبطی)	سیاناں
دھولا	(سفید)	کالا
ڈونگھا	(گہرا)	ہتھارلا

اسم مکبر دراصل بڑائی کے لیے استعمال ہونے والا لفظ ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ: ''وہ اسم جس کے معنوں میں اس کی اصلی حالت کی نسبت بڑائی پائی جائے''۔ لغت میں اس اسم کو یوں بیان کیا گیا ہے: ''وہ اسم جس میں بڑائی کے معنی پائے جائیں اسے اسم مکبر کہتے ہیں ''(۱۵)شوکت مغل نے نہایت تفصیل سے اس موضوع پر گفتگو کی ہے اور مثالوں کے ذریعے وضاحت پیش کی ہے اور یہ سرمایہ سرائیکی زبان وادب کا ایک اہم حوالہ ہے۔

ترکڑی	(ترازو)	ترک
ٹولی	(گروہ)	ٹول
جھولی	(دامن)	جھول
ریوڑی	(ریوڑی)	ریوڑ
کنالی	(نگن)	کنال

تصغیر کے ساتھ مصغر کو بھی دیکھنا ہوتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ: ''اسم کے دوسرے حرف کے بعد یا ساکن بڑھانے اور مخصوص تبدیلی کرنے کو ''تصغیر'' کہتے ہیں، اور پھر جس اسم میں یہ تبدیلی کی جائے اس کو ''مصغر'' کہتے ہیں''۔ یعنی کہ لغت کی رو سے اس کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی جاسکتی ہے: ''وہ اسم جس میں چھٹائی کے معنی پائے جائیں جیسے پہاڑی، ڈبیا، کھٹولا، گھڑیا، دیگچی وغیرہ''(۱۶)اس تعریف کی رو سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دراصل یہ وہ اسم ہے جس میں کسی چیز کا چھوٹا ہونا ظاہر ہو۔ شوکت مغل نے اسم تصغیر یا اسم مصغر کی مثالیں پیش کی ہیں۔ جیسے کہ چند ایک ذیل میں بیان کی گئی ہے:

بندوق	(بندوق)	بندوقڑی
بچہ	(بچہ)	بچونگڑا
جھگا	(خاندان)	جھگیڑا
حوض	(حوض)	حوضڑی
دل	(دل)	دلڑی

اور سب سے آخر میں چند ایک اہم الفاظ پیش کئے ہیں جو سرائیکی زبان میں ایک اہم اضافہ ہیں۔ الفاظ پڑھتے ہی یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے آج سے پہلے یہ سارے لفظ سنے اور پڑھے گئے ہیں لیکن مطالعے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ سرائیکی ادب کی ترویج کے لیے یہ ایک اہم کارنامہ ہے جسے پڑھنے کے بعد زبان کو سمجھنے میں آسانی محسوس ہوتی ہے۔ درج ذیل الفاظ اسی بات کی وضاحت پیش کرتے ہیں: '' ا۔ آتما: روح، ۲۔ ابر بھاندا: بوکھلایا ہوا۔ اچانک، ۳۔ اختہ: تنگ۔ پریشان، ۴۔ اڈے: کنارے، ۵۔ ارغا: اغرا۔ احساس''، وغیرہ۔ شوکت مغل کا یہ وصف ہے کہ انہوں نے نہایت دلجمعی اور محنت سے ایک مستند کتاب تحریر کی اور سرائیکی زبان میں لسانیات کے انمٹ نقوش ثبت کیئے۔

شوکت مغل کی تصنیف ''سرائیکی دیاں خاص آوازاں دی کہانی'' ستمبر ۲۰۰۲ میں منظر عام پر آئی۔ شوکت مغل نے رسم الخط دی اہمیت کے ساتھ ساتھ سرائیکی وسیب دا پرانا رسم الخط، سرائیکی تے سندھی زبان دے صوتی گانڈھے اور سرائیکی خاص آوازاں دی کہانی کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ''سرائیکی دیاں خاص آوازاں دی کہانی'' شوکت مغل کی وہ تصنیف ہے جس میں سرائیکی رسم الخط اور خاص زبانوں کے مسئلوں پر گفتگو کی ہے۔ رسم الخط سے مراد ہے کہ زبان کو خاص شکلوں، علامتوں اور نشانوں کے ذریعے ظاہر کیا جائے اور دراصل ہم رسم الخط کی مدد سے ہی اس زبان کے بولنے والوں کی تہذیب، ثقافت اور تاریخ سے گہری واقفیت حاصل کرسکتے

ہیں۔ زبان کسی بھی قوم یا علاقے کی خاص ثقافتی پہچان ہوتی ہے اسی طرح کوئی بھی قوم اپنی زبان کے بغیر نہ ہی اپنا وجود منوا سکتی ہے اور نہ ہی اپنا وجود قائم رکھ سکتی ہے۔ ماہر لسانیات کے مطابق ہر بارہ میل کے فاصلے کے بعد زبان اور اس کا لہجہ تبدیل ہو جاتا ہے اور سرائیکی پاکستان میں بولی جانے والی ایک ایسی زبان ہے جو مختلف جگہوں اور علاقوں میں بولی جاتی ہے اور اسی طرح ان مختلف علاقوں میں اس کے لہجے میں بھی فرق پایا جاتا ہے، لیکن لہجوں میں پائے جانے والے اس فرق سے زبان کے معیار پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہر زبان ایک مخصوص مزاج رکھتی ہے، سرائیکی وادی سندھ کی ایک قدیم زبان ہے جس پر دراوڑی زبانوں، سنسکرت، پشتو، فارسی، عربی، بلوچی، براہوی وغیرہ کے اثرات ہیں۔ اور اسی وجہ سے سرائیکی زبان کا ذخیرہ الفاظ بہت زیادہ ہے۔ درج بالا تمام بحث کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شوکت مغل نے اپنی تصنیف "سرائیکی دیاں خاص آوازاں دی کہانی" میں سرائیکی رسم الخط اور آوازوں کے بارے میں تفصیلاً گفتگو کی ہے اور رسم الخط جو ایک طے شدہ مسئلہ ہے اسے بھی حل کرنے کی کوشش کی ہے۔

شوکت مغل کی کتاب "اردو میں سرائیکی زبان کے انمٹ نقوش" پہلی بار مارچ ۱۹۹۰ میں منظر عام پر آئی اور دوسری بار اسے جولائی ۲۰۰۸ میں شائع کیا گیا۔ یہ کتاب لسانیات کے حوالے سے ایک اہم تصنیف کا درجہ رکھتی ہے جس میں مصنف نے کمال مہارت سے سرائیکی اور اردو کے تال میل سے وجود میں آنے والے موضوعات کو برتا ہے۔ اگر ہم اس کتاب کی فہرست پر نظر دوڑائیں تو بالترتیب کچھ یوں موضوعات ہیں: سرائیکی اردو، ہندی اردو پنجابی کے بارے میں (پیش لفظ اشاعت اول)، پیش لفظ (اشاعت دوم)، دلی کی زبان پر سرائیکی زبان کے اثرات، دیوان درد اور سرائیکی زبان، دیوان میر اور سرائیکی زبان، مثنوی سحر البیان کا مطالعہ سرائیکی کے حوالے سے، نظیر اکبر آبادی کی غزل میں ایک سرائیکی شعر، متفرقات، باغ و بہار کا لسانی جائزہ سرائیکی کے حوالے سے، مذہب عشق اور سرائیکی زبان، طرح دار لونڈی کی لکھنویت اور سرائیکی زبان، رانی کیتکی کی کہانی اور سرائیکی زبان، غالب کے خطوط اور سرائیکی زبان، نذیر احمد کی نثر نگاری اور سرائیکی زبان، جدید اردو میں متروک چند سرائیکی الفاظ، سرائیکی اردو محاورات اور کہاوتیں، اردو محاورات اور ضرب الامثال میں سرائیکی الفاظ، اردو ضرب الامثال میں سرائیکی الفاظ و تراکیب اور دیوان غالب اور سرائیکی زبان وغیرہ شامل ہیں۔ ان موضوعات کی مدد سے مصنف نے زبانوں کے آپسی تعلق کو واضح انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس حوالے سے وہ اپنی تصنیف "اردو میں سرائیکی زبان کے انمٹ نقوش" میں لکھتے ہیں:

> "لسانیات کے ماہرین جانتے ہیں کہ زبانوں کی حد بندیاں نہیں ہوا کرتیں۔ ہر زبان دوسری زبان سے کچھ لیتی ہے اور کچھ دیتی ہے اور پھر ایک ایسی زبان جو خود نوخیز ہو اس کی تعمیر میں تو یقیناً دوسری زبانوں نے حصہ لیا ہو گا۔ جب انگریزی جیسی قدیم زبان پر دوسری زبانوں کے اثرات ہیں تو اردو تو نوخیز کلی ہے ایسے ہی اثرات سے کیونکر بچی رہی ہو گی" (۱۷)

لسانیات کے حوالے سے شوکت مغل کا سب سے اہم کام یہ ہے کہ انہوں نے اپنی ہر بات میں حوالہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اردو و سرائیکی زبان میں لسانی روابط پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے جب اردو، ہندی، پنجابی اور سرائیکی کے حوالے سے لکھنے کی کوشش کی تو ان زبانوں میں روابط بھی پیدا کیئے جیسا کہ وہ جب اردو زبان کے حوالے سے کہتے ہیں: "یہ بات تو طے شدہ ہے کہ اردو زبان کی تخلیق اور ترتیب میں ایک لشکر کی ترتیب کی طرح مختلف زبانوں کے الفاظ کا ہاتھ ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں بولی جانے والی سبھی زبانوں کے علاوہ برصغیر کے باہر کی زبانوں یعنی فارسی اور ترکی نے بھی اردو زبان کو اپنے الفاظ دیئے اور آج شاید اس سے بھی

کسی کو انکار نہ ہو کہ اردو کو پنجابی زبان نے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے جیسا کہ حافظ محمود شیرانی نے کہا کہ پنجاب اردو کا مادر وطن ہے "(۱۸)۔ جب کہ حافظ محمود شیرانی اس حوالے سے اردو اور ملتان میں مماثلت کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ لکھتے یہ ہیں:

> "ہم دیکھتے ہیں کہ اردو اپنی صرف و نحو میں ملتانی زبان کے بہت قریب ہے دونوں میں اسماء و افعال کے خاتمے میں الف آتا ہے، دونوں میں جمع کا طریقہ مشترک ہے یہاں تک کہ دونوں جمع کے جملوں میں نہ صرف جملوں کے اہم اجزا بلکہ ان کے توابعات و ملحقات پر بھی ایک قاعدہ جاری ہے۔ دونوں زبانیں تذکیر و تانیث کے قواعد، افعال مرکبہ و توابع میں متحد ہیں"(۱۹)

اس بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حافظ محمود شیرانی کے مطابق پنجاب کی وہ زبان جس نے محمود غزنوی کی آمد کے بعد فارسی کے میل جول سے اردو کا روپ اختیار کیا تھا وہ دراصل "ملتانی زبان" ہے، جسے ہم عہد حاضر میں سرائیکی زبان کہتے ہیں، جو کہ اس وقت بھی ایک وسیع علاقے میں بولی جاتی تھی۔ شوکت مغل نے یہاں صرف دونوں زبانوں میں تعلق پیدا نہیں کیا بلکہ تفصیل سے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ جس طرح سے اردو کو ایک زبان کے طور پر مانا جاتا ہے، پنجابی کو ملتان سے منسوب کرتے ہوئے پنجاب کی دین کہا جاتا ہے اسی طرح جب سرائیکی کی بات کی جائے تو فرخ دلی سے اس زبان کو بھی قبول کیا جانا چاہیئے لیکن صورت حال اس کے بلکل الٹ ہوتی ہے۔ اس حوالے سے شوکت مغل لکھتے ہیں:

> "پنجابی زبان جس نے اردو کو اپنے الفاظ، محاورات، تراکیب اور ضرب الامثال سے مالا مال کیا ملتانی / سرائیکی زبان ہے، آج جب سرائیکی زبان کی ان خدمات کا ذکر کیا جاتا ہے تو بعض اصحاب ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور بعض سرے سے اس کو ایک الگ زبان تسلیم کرنے ہی سے انکار کر دیتے ہیں۔ کوئی اسے بولی کہتا ہے کوئی علاقائی لہجہ اور کوئی پنجابی کا سرائیکی انگ۔ بہت ہی فراخ دل آدمی اسے "مردہ زبان" کہہ کر منہ پھیر لیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سرائیکی زبان نہ تو مردہ زبان ہے نہ یہ بولی اور علاقائی لہجہ ہے، بلکہ اس زبان نے اردو کو اپنا خون دے کر پالا، گھٹنوں چلنا سکھایا اور پروان چڑھایا۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ سرائیکی زبان پر تحقیق کی جائے اور اس زبان نے اردو کو جو کچھ دیا ہے اس کی نشاندہی کی جائے"(۲۰)

اسی ضرورت کے پیش نظر شوکت مغل نے اپنی تصنیف "اردو میں سرائیکی زبان کے انمٹ نقوش" ترتیب دی ہے۔ شوکت مغل نے اپنی اس تصنیف میں صرف سرائیکی زبان، الفاظ، تراکیب، کہاوت اور ضرب المثال کے حوالے سے تحقیق نہیں کی بلکہ اردو زبان میں اس کے شواہد ڈھونڈنے کی بھی کوشش کی ہے۔ شوکت مغل کی شخصیت ہمہ جہت صلاحیتوں کی مالک تھی انہوں نے تحقیقی نقطہ نظر سے علاقائی زبانوں پر توجہ صرف کی۔ اس حوالے سے وہ اپنی درج بالا کتاب میں لکھتے ہیں:

> "آج اردو زبان کے ذخیرہ میں موجود ہر لفظ، ترکیب اور کہاوت و ضرب المثل کے بارے میں تحقیق و جستجو کی ضرورت ہے۔ سرائیکی زبان و ادب میں کام کرنے والوں کے لیے بالخصوص اور تمام علاقائی زبانوں کے محققین کا بالعموم فرض ہے کہ وہ اردو زبان کی

ساخت و تعمیر، کہاوتوں، ضرب الامثال اور الفاظ و تراکیب کی ترتیب میں اپنی زبان کا حصہ
الگ کریں اور بتائیں کہ ان کی زبان نے اردو زبان کی بناوٹ اور پھیلاؤ میں کیا کردار ادا کیا
ہے؟ علاقائی زبانوں کا پھیلاؤ اور ان کی تحقیق و ترقی دراصل اردو ہی کی ترقی ہے"(۲۱)

سرائیکی زبان نے نا صرف اردو زبان کو جنم دیا بلکہ اس کے ہزاروں لفظ اردو زبان کا حصہ ہیں اسی طرح اردو زبان کے بھی کچھ الفاظ ایسے ہیں جو سرائیکی زبان کا حصہ ہیں۔ اس حوالے سے شوکت مغل لکھتے ہیں: "مولانا حسرت موہانی نے اپنے رسالے "نکات سخن" میں متروک الفاظ کی ایک فہرست پیش کی ہے جس میں کچھ الفاظ ہیں جو آج بھی سرائیکی بولنے والوں کی زبان پر ہیں"(۲۲) ذیل میں چند ایسے سرائیکی الفاظ کا ذکر کیا جارہا ہے جو اردو زبان میں مستعمل رہے مگر بعد میں لکھنؤ اور دلی کے اہل زبان نے انہیں اوپرا سمجھ کر ترک کر دیا۔ جدید اردو ان الفاظ سے خالی ہے۔

سرائیکی الفاظ	اردو الفاظ مع معانی	سند
اگوں	آگو آگے۔ پہلے سے	؎سوز دل اپنا اس کو کیا مصحفی سناؤں آگو ہی وہ پھرے ہے کانوں میں شال باندھے (مصحفی)
آوناں	آونا (آنا)	؎اب ترے آونے کا کیا حاصل کام تو اپنا بس تمام ہوا (قائم چاندپوری)
آنیاں	آنیاں (آئی کی جمع)	؎بے دیکھے جس کے پل میں آنکھیں بھر آئیاں ہوں کیا قہر ہے، جو اس سے برسوں جدائیاں ہیں (مصحفی)
آپس	آپس (اپنے)	؎اے سرد گل اندام آپس نقش قدم سوں بر جا ہے اگر صحن کو گل پوش کرتے توں (ولی)
انجھو	انجھو (آنسو)	سرائیکی زبان کا یہ لفظ بعض علاقوں میں اپنے ابتدائی الف کے بجائے 'ہ' سے بھی بولا جاتا ہے۔

اردو میں بعض اوقات 'انجھو' کے بجائے 'نیر' کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے"(۲۳)۔ اس تمام بحث کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ شوکت مغل کی یہ تصنیف سرائیکی اردو لسانی روابط میں ایک اہم حوالہ ہے۔ شوکت مغل کی تصنیف "اصطلاحات پیشہ وران" جون ۲۰۱۳ میں منظر عام پر آئی۔ اس کتاب میں مصنف نے دو سو سے زیادہ دستکاروں، پیشہ وروں اور ہنر مندوں کے اصطلاحی الفاظ و تراکیب سرائیکی زبان میں اردو ترجمہ کے ساتھ شامل کی ہیں اور ان اصطلاحوں کو مختلف موضوعات کی مدد سے کئی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جیسا کہ: "باغبانی اور نباتات، بزازی، پارچہ بافی اور متعلقات، تفریحات شغل اشغال اور دلچسپیاں، جانور بانی۔ شکاریات، دستکاریاں، دیگر پیشے (چھوٹے)، زراعت، زرعی زندگی اور متعلقہ پیشے، صرافہ اور متعلقات، علاج معالجے، متفرق اصطلاحی الفاظ، متفرق پیشے اور مذہبیات، معاشرت، درس و تدریس وغیرہ شامل ہیں۔ یہ کتاب تقریباً ۳۵ سے ۴۰ ہزار الفاظ پر مشتمل ہے جو کہ سرائیکی زبان میں اہم ایک لسانی حوالہ ہے اس کتاب پہ محنت اور عرق ریزی سے کام کیا گیا ہے۔ جب ہم اس کتاب کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ جیسے جیسے اس کتاب کو پڑھتے جائیں ویسے ویسے ہی ہم پر سرائیکی زبان کے نئے الفاظ لغت کی شکل میں آشکار ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ کتاب کے آغاز میں چند ایک اہم علامتیں درج کی گئی ہیں اس کے بعد پھر باقی تفصیل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اصط	اصطلاح	فع	فعل
تر	ترکیب	فق	فقرہ

تص	تصغیر	متر	مترادف
ث	مؤنث	متض	متضاد
ج	جمع	مذ	مذکر

اس امر میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ شوکت مغل نے سرائیکی لسانیات پر تاریخی کام کیا ہے۔ وہ کام چاہے اکھان پر مشتمل ہو، محاوروں پر، لغت، یا پھر اصطلاحات پر انہوں نے نہایت عرق ریزی سے اس تحقیق کو سرانجام دیا اور سرائیکی لسانیات کو مضبوط بنیاد فراہم کی۔ اپنی بات کی وضاحت کے لیے چند ایک مثالیں یہاں درج کی جاتی ہیں: "۱۔ پول (مذ) درختوں کے وہ سوراخ جن میں طوطے بسیرا کرتے ہیں، ۲۔ چلھا (مذ) چھوٹے پودوں کو محفوظ کرنے کے لیے گارے کی دیوار، ۳۔ معافی (ث) ایک ایسا باغ جس کے پھل پر کوئی ٹیکس نہ لگایا گیا ہو، ۴۔ ہتھ رادھ (ث) خود کاشت کیا گیا پودا، ۵۔ پراسو (ث) سڑکوں کے کنارے اگی کانٹے دار ایک بیکار جھاڑی جو خشک اور بنجر علاقوں میں ہوتی ہے بڑھ کر درخت بن جاتی ہے"۔ شوکت مغل نے زندگی کے ہر ہر موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ اور زندگی کی بنیادی ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر طرح کی اصطلاح کو شامل کرنے کی کوشش کی ہے۔ انسان جب اس دنیا میں آنکھ کھولتا ہے تو اپنے اردگرد ایک وسیع امکانات دیکھتا ہے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان امکانات میں وسعت پیدا ہوتی جاتی ہے اور اس کی ضروریات زندگی میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے، شوکت مغل کی تصنیف "اصطلاحات پیشہ وران" کا جب مطالعہ کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے ہر شعبہ ہائے زندگی کو مد نظر رکھا ہے، اور سرائیکی لسانیات کو مضبوط مثالی اور تاریخی حوالے عطا کیئے ہیں۔

شوکت مغل کی تصنیف " شوکت اللغات" پہلی بار اپریل ۲۰۱۰ میں منظر عام پر آئی، یہ کتاب سرائیکی ادبی بورڈ (رجسٹرڈ) ملتان سے شائع ہوئی۔ یہ اردو سرائیکی لغت ہے جس میں اردو زبان کے پچاس ہزار سے زائد الفاظ، تراکیب اور محاورات کا سرائیکی زبان میں متبادل موجود ہے۔ ۹۷۶ صفحات پر مشتمل اس کتاب کی اشاعت سرائیکی ادبی بورڈ کا ایک ایسا کارنامہ ہے جسے سرائیکی زبان و ادب میں ایک اہم حوالہ مانا جاتا ہے۔ ہر خاص و عام قاری کے لیے یہ کتاب فائدہ مند ہے اور قارئین کی دلچسپی ہی کے سبب اس کتاب کو مقبولیت حاصل ہوئی۔ لسانیات کے حوالے سے یہ ایک اہم کتاب ہے۔ شوکت مغل کی تصنیف "شوکت اللغات" ۹۷۶ صفحات پر مشتمل ایک ایسی کتاب ہے جس کی مدد سے انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ سرائیکی زبان و ادب بھی کسی طور باقی زبانوں سے مختلف نہیں ہے۔ اور نا ہی یہ زبان کسی بھی حوالے سے نظر انداز کئے جانے کے قابل ہے۔ لسانیات کے حوالے سے یہ ایک ایسی اہم کتاب ہے جس میں مصنف نے ہر صورت زبان و ادب کو ہی اپنی اولین ترجیح بنایا ہے۔

اس لغت میں پچاس ہزار سے زیادہ تراکیب، الفاظ اور محاورات وغیرہ شامل ہیں جنہیں سرائیکی زبان میں متبادل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر اس کتاب کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اردو کے وہ الفاظ جو ہم روزمرہ کی زندگی میں استعمال کرتے ہیں اس کا متبادل سرائیکی زبان میں موجود ہے۔ مثال کے طور پر "آچار کرنا (محا) اچار بناون۔ برتھا بناون، آخر وقت (ع۔ مذ) اخیر وقت ۔ مرن ویلے، آخری (ع۔ صفت) اخیر لا۔ چھیکڑی۔ پچھلا، آداب کرنا (محا) سلام کرن، اتروانا (مص) لہواون" وغیرہ۔ ان مثالوں کے بعد یہ صورت حال واضح ہو جاتی ہے کہ سرائیکی کسی بھی زبان کے مقابلے بالخصوص اردو زبان کے مقابلے میں کسی بھی حوالے سے اپنی حیثیت میں کوئی کمی نہیں رکھتی۔ اس زبان کو ہم ہر حوالے سے ایک معتبر زبان کے طور پر جان سکتے ہیں، اس امر کی وضاحت شوکت مغل ان الفاظ میں کرتے ہیں: "پاکستان کی دیگر زبانوں میں سرائیکی کی نئی درجہ بندی کے لیے بھی ماہرین لسانیات کی خدمت میں گزارش کی جائے۔ یاد رکھیئے۔ کاٹھ کی ہنڈیاں روز نہیں چڑھا کرتیں۔ سرائیکی زبان کو لب و لہجہ کہنے والے بزرگ لوگوں

سے التماس ہے کہ سرائیکی کو کسی تولیت میں نہ سمجھیں۔ اب اس کے وارث وہ سات کروڑ عوام ہیں۔ جنہیں پاکستان کے چاروں صوبوں میں اپنی الگ لسانی حیثیت حاصل ہے "(۲۴) لسانیات کی رو سے جب بھی شوکت مغل کی خدمات کا جائزہ لیا جائے گا ان کی درج بالا کتاب کا ذکر لازمی آئے گا کیونکہ تحقیق کی دنیا میں یہ کتاب ایک اہم سند کا درجہ رکھتی ہے۔ شوکت مغل کی اس خدمت کا اعتراف جاوید اختر بھٹی نے ان الفاظ میں کیا ہے:

> "سرائیکی زبان کا بنیادی کام اختر وحید نے کیا لیکن ان کی زندگی نے وفا نہ کی۔ ان کے بعد ڈاکٹر مہر عبد الحق اور دلشاد کلانچوی سرائیکی زبان و ادب کی تحقیق کی طرف متوجہ ہوئے۔ پروفیسر شوکت مغل نے اپنے علمی سفر کے لئے مشکل راستے کا انتخاب کیا ہے۔ وہ ناتواں نہیں ہیں اور سرائیکی زبان و ادب کے ساتھ ان کا عشق بھی اپنی بلندی کو پہنچ رہا ہے۔ وہ ایک ایک لفظ کا تعاقب کر رہے ہیں۔ معنی کی تلاش انہیں "شوکت اللغات" تک لے آئی ہے۔۔۔ مجھے "شوکت اللغات" اس لیے بھی عزیز ہے کہ اس میں کوئی فالتو صفحہ نہیں ہے۔۔۔ شوکت مغل کو سرائیکی زبان سے عشق ہے اور ان کا سارا کام اسی عشق کا پھیلاؤ ہے "(۲۵)

تحقیق کی دنیا میں کوئی بات حرف آخر نہیں ہوا کرتی، لیکن محقق کی محنت و ریاضت ہی اسے آنے والے محققین کے لیے ایک اہم حوالہ بناتی ہے۔ شوکت مغل کا شمار ان محققین میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ سرائیکی زبان اپنا ایک الگ وجود رکھتی ہے اور خطے کی بڑی زبان مانی جاتی ہے۔ انہوں نے اس تحقیق کے لیے بہت سی محنت کی اور اس کے بعد اس کتاب کو پیش کیا ہے۔ درج بالا معروضات سے شوکت مغل کی شعبہ لسانیات میں خدمات کا بہترین اعتراف ہوتا ہے ان کی تمام تصانیف سرائیکی زبان وادب میں تحقیق کے نئے در وا کرتی ہیں۔ اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس زبان کو قبول کرنے کی صلاحیت اور اس کی خدمات کا اعتراف بھی ہو رہا ہے۔ درج بالا تمام بحث کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں شوکت مغل کی تصانیف سرائیکی نامہ، اردو میں سرائیکی زبان کے انمٹ نقوش، سرائیکی دیاں خاص آوازاں دی کہانی، شوکت اللغات اور اصطلاحات پیشہ وران وغیرہ میں نہایت تفصیل سے زبان اس کے ارتقا، تشکیل اور ماہئیت کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ شوکت مغل کی ان خدمات کا سرائیکی زبان و ادب کو بہت فائدہ حاصل ہوا کہ یہ زبان اپنا وجود اور اپنی شناخت قائم رکھنے میں کامیاب ہو سکی ہے۔ زبانیں ہمیشہ سے اپنی بقا کی جنگ لڑ رہی ہیں اور ترقی یافتہ قومیں اس بات کی اہمیت کو بھی سمجھتی ہیں کہ قوموں کا وجود ان کی تہذیب و ثقافت بالخصوص زبان میں مضمر ہے۔ شوکت مغل کا سب سے اہم کارنامہ یہی ہے کہ انہوں نے قومی تشخص کی تشکیل کو اہمیت دی اور تحقیق کی مدد سے سرائیکی زبان کے ارتقا، اہمیت، تشکیل اور ماہئیت کو بھی اجاگر کرنے کی حتی الامکان کوشش کی۔

حوالہ جات

۱۔ خلیل صدیقی، زبان کیا ہے، مثال پبلشرز، بیکن بکس ملتان، ملتان، سن ندارد، ص: ۱۰، ۹

۲۔ اشرف کمال، ڈاکٹر، لسانیات، زبان اور رسم الخط، مثال پبلشرز فیصل آباد، فیصل آباد، سن ندارد،، ص: ۱۱۳

۳۔ محی الدین قادری زور، ڈاکٹر، ہندوستانی لسانیات، مکتبہ معین الادب لاہور، لاہور، ۱۹۶۱، ص: ۲۱

۴۔ ابو الاعجاز حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، اسلام آباد،، ۱۹۸۵، ص: ۱۵۶

۵۔ سجاد حیدر پرویز، ڈاکٹر، سرائیکی زبان وادب کی مختصر تاریخ، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، اسلام آباد، ۲۰۰۱، ص:۶

۶۔ شوکت مغل، سرائیکی نامہ، جھوک پبلشرز ملتان، ملتان، ۲۰۱۴، ص:۱۲

۷۔ اشرف کمال، ڈاکٹر، لسانیات، زبان اور رسم الخط، ص:۱۳۷

۸۔ شوکت مغل، سرائیکی اکھان (جلد اول)، جھوک پبلشرز ملتان، ملتان، ۲۰۰۵، ص:۳

۹۔ ایضا، ص:۱۰

۱۰۔ ایضا، ص:۱۱

۱۱۔ فیروز الدین، مولوی، فیروز الغات، فیروز سنز لاہور، لاہور، سن ندارد، ص:۱۲۵۴۔

۱۲۔ ایضا، ص:۵۶۱

۱۳۔ ایضا، ص:۸۶۶

۱۴۔ ایضا، ص:۴۷۱

۱۵۔ ایضا، ص:۹۵

۱۶۔ ایضا، ص:۹۴

۱۷۔ شوکت مغل، سرائیکی زبان کے انمٹ نقوش، جھوک پبلشرز ملتان، ملتان، ۲۰۰۸ء، ص:۱۵

۱۸۔ ایضا، ص:۷

۱۹۔ حافظ محمود شیرانی، پنجاب میں اردو، اردو اکادمی لکھنؤ، لکھنؤ، ۱۹۸۲، ص:۱۳

۲۰۔ شوکت مغل، اردو سرائیکی زبان کے انمٹ نقوش، ص:۱۲

۲۱۔ ایضا، ص:۱۶

۲۲۔ ایضا، ص:۲۵۶

۲۳۔ ایضا، ص:۲۵۸،۲۵۷

۲۴۔ شوکت مغل، شوکت اللغات، سرائیکی ادبی بورڈ ملتان، ملتان، ۲۰۱۰ء، ص:۱۲،۱۱

۲۵۔ ایضا، ص:۱۳

References in Roman Script:

1. Khalil Siddique, Zuban Kia Hai, Misal Publishers, Becon Books, Multan, Multan, Sun Nidard,p:9-10
2. Ashraf Kamal,Dr,Zuban aur rasamul khat,mishal publisher faislabad, faislabad,sun nidarid,p:113
3. Muhaideen Qadri Zor,Dr,Hindustani lasaniyat,maktaba moyin ul adab lahore,lahore,1961,p:21
4. Abu ul ijaz hafeez suddique,kashaf tanqeedi istalahat,muqtadra qomi zuban Islamabad, Islamabad,1985, p:156.

5. Sajjad haider parvaiz,Dr,Saraiki zuban o adab ki mukhtasir tareekh,Muqtadra qomi zuban Islamabad, Islamabad ,2001, p:6
6. Shukat Mughal, Saraiki Nama,Johk publisher Multan,Multan,2014,p;12
7. Ashraf Kamal,Dr,Zuban aur rasamul khat,p:137
8. Shukat Mughal,Saraiki Akhan(Jild awal),johk publisher Multan,Multan,2005,p:3
9. Ibid,p:1
10. Ibid,p:11
11. Firoz ud din,molvi, fairoz ul lughat, feroz sun's lahore,lahore, sun nidarid,p:1254
12. Ibid, p: 541
13. Ibid, p: 855
14. Ibid, p: 471
15. Ibid, p: 95
16. Ibid, p: 94
17. Shukat Mughal, Saraiki zuban ky unmit naqosh,johk publisher Multan, Multan, 2008, p:15
18. Ibid,p:7
19. Hafiz mehmood shirani, punjab main Urdu, Urdu akadmi lakhnao, lakhnao, 1982, p: 13.
20. Shukat Mughal, Saraiki zuban ky unmit naqosh, p:12
21. Ibid, p: 14
22. Ibid, p: 254
23. Ibid, p: 257,258
24. Shukat Mughal, Shukat ul lughat, Saraiki Adbi board Multan, Multan, 2010, p: 11,12
25. Ibid, p: 13